میں کیوں سوئے کربلا چلا؟

سانحہ کربلا کو رونما ہوئے اگرچہ صدیاں بیت گئیں، کتنے ہی موسم بدلے، دنوں نے بہار و خزاں کا روپ دھارا۔ سمندر کی بپھری سرکش موجوں نے کتنے ہی شہر صفحہ ہستی سے مٹا ڈالے۔ ابنِ حیدر علیہ السلام کو خاک و خون میں تڑپے اگرچہ عرصہ ہائے دراز بیت گیا۔ خونِ شہیداں کو سلگتے سنگریزوں نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ طوفانِ باد و باراں نے شہیدانِ حق کے نشاناتِ قدم بھی نگاہوں سے اوجھل کر ڈالے۔ لیکن اس واقعہ عظیمہ کے حرف حرف سے اب بھی خون نچڑ رہا ہے۔ ظلم و مظلومیت کی اس انوکھی داستان کا ایک ایک حرف اپنے اندر درد و الم کے طوفان سمیٹے ہوئے ہے۔ صاحبانِ بصیرت اگر سانحہ کربلا سے متعلقہ کتبِ تاریخ و رجال کے خونچکاں اوراق کھولیں تو ورق ورق بولتا سنائی دے گا۔ نواسۂ

رسول کے سفرِ کربلا کے تمام مراحل مثلاً مدینہ سے مکہ چلے جانا، پھر وہاں سے کوفہ کی طرف روانہ ہو جانا، بالآخر کربلا کی سنسان وادی میں نہایت استقلال کے ساتھ حکمرانانِ وقت کی فرعونیت سے ٹکرا جانا۔ یہ تمام واقعات عالمِ تصور میں مجسم ہو کر سامنے آ جائیں گے۔ قافلہ حسینی کے گھوڑوں کی آہٹیں، صحرائے کربلا کی ہولناک وسعتیں جھلسا کر گزر جاتی بادِ سموم یہ تمام مناظر آپ کے ذہن کی سکرین پر چلنے لگیں گے۔ آپ محسوس کریں گے گویا کہ کربلا کا تاجدار آپ سے مخاطب کہہ رہا ہے۔

اے وفاشعارانِ غفلت

میں فخر الرسل کا نواسۂ ہوں، فاطمہ بنتِ محمد کا لختِ جگر ہوں۔ مجھے ابنِ حیدر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ خالقِ کائنات نے ہم سے وعدہ کیا، کہ ہر قسم کی نجاست تم سے دور رہے گی۔ تمہارے نبی ﷺ نے نوجوانانِ بہشت کی سیادت

کی دستار پہنائی۔ مجھے دنیاوی اقتدار کا حریص سمجھنے والو، مجھے عزت و وقار کی حرص رکھنے والا کہنے والو یہ تو بتاؤ۔ " سیدا شبابِ اھل الجنۃ" سے بڑا وقار کیا ہے؟ امت میری ازحد قدر کرتی تھی۔ حتیٰ کہ صدیقؓ و فاروقؓ میری تعظیم بجالاتے تھے۔ صحابہ کرام ہماری دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ تابعین ہماری راہیں تکتے۔

الغرض: بڑے سکون و وقار کے ساتھ زندگی کے شب و روز بسر ہو رہے تھے۔ ایسی پر کیف زندگی چھوڑ کر کربلا کا راہی کیوں بنا؟

مدینہ منورہ کی پر کیف معطر و منور فضاؤں کو چھوڑ کر کربلا کے جھلستے صحرا میں خیمہ زن کیوں ہوا؟

سوچو، غور و فکر کرو، وہ کون سی چیز تھی جس نے مجھ سے مدینہ چھڑوایا اور ہمیشہ کے لیے کربلا کا مکین بنا دیا۔

سنو! میں نے جب اسلامی نظام کی جگہ طاغوتی نظام کو جگہ

پکڑتے دیکھا۔ جلیل القدر صحابہ کی جگہ نوعمر، ناپختہ کار لڑکوں کو امت کی باگ ڈور سنبھالتے دیکھا۔ میری برداشت اس وقت جواب دے گئی۔

جب میں نے محسوس کیا کہ ملتِ اسلامیہ کو دھیرے دھیرے بے حسی کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔ جس دین کی خاطر میرے نانا محترم نے پتھر کھائے تھے، وطن چھوڑا تھا، ساری زندگی دکھوں و صعوبتوں میں گزاری تھی۔ اس دین کو جب میں نے خطرات کی زد میں دیکھا۔ ایک عزم کیا۔۔۔ اٹھا۔۔۔ اور ایک نہایت پُر خطر وادی کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ مجھے جرات و استقلال کی مثال بننا تھا۔ رب العالمین نے مجھے صحرائے کربلا کا راہی بنا دیا۔

دیکھو! میرے ساتھ کوئی ہزاروں کا لشکر بھی نہیں تھا۔ اُدھر ہزاروں ظالم گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ ہم لبِ فرات بھی پیاسے تھے۔ میرے پاس اب بھی موقع تھا کہ یزید کی

بیعت کر لیتا۔ بقیہ زندگی عیش و عشرت کی گزارتا۔یزید کی بیعت کے عوض میرا بڑے سے بڑا مطالبہ بھی پورا ہو سکتا تھا۔ لیکن ضمیر کا سودا کرنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ میرے سر جنگ مسلط کی گئی لیکن میں برداشت کر گیا۔ تمھیں معلوم ہے۔

کہ اگر میں یزید کی بیعت کر لیتا تو عزیمت کا باب بند ہو جاتا۔ بنو امیہ کی سلطنتِ جابرہ کے سامنے کھڑے ہونا آسان تو نہ تھا۔لیکن حق کے لیے میدان میں اترنے والے یہ نہیں دیکھا کرتے کہ راستے میں کہکشائیں بکھری پڑی ہیں یا تیر و تاریک پُر خطر صحرا منہ کھولے کھڑا ہے۔

اقامتِ دین کا راستہ کچھ آسان تو نہیں، یہ تو ایسا راستہ ہے۔ جس کے دونوں طرف اذیت و کرب کی جھاڑیاں بار بار دامنِ سکون کو تار تار کر دیتی ہیں۔ بہرحال دشمن کے جم غفیر میں تیروں کی بارش تلواروں کے سائے میں اعلائے

کلمتہ الحق کی خاطر کھڑا رہا۔ جب میں نے اپنے نوجوان بیٹوں کے لاشے اٹھائے تو سمجھ گیا۔ سیدا شباب اھل الجنۃ کی خوشخبری کیوں سنائی گئی تھی۔ جب تیروں نیزوں نے میرے تھکے ماندے اور پیاسے جسم کو چھلنی کرنا شروع کیا تو میں جان گیا کہ میرے نانا میرے جسم کو کیوں چوما کرتے تھے۔ بار بار میرے جسم کو کیوں سونگھا کرتے تھے۔ اگر تم میرے مقصدِ خروج سے ناآشنا ہو تو سمجھ لو تم نے واقعہ کربلا کو بصیرت کی نگاہ سے پڑھا ہی نہیں اور میرا کٹا ہوا سر اور جسم پر سجا ہوا ایک ایک زخم کیا تمھیں جھنجھوڑ جھنجوڑ کر کہہ نہیں رہا کہ

من شاء فلینظر الی فمنظری نذیر

لمن ظن ان الھوی سھل

جو چاہے دیکھ لے میرا یہ کٹا، پھٹا جسم اس شخص کو پکار پکار کر خبردار کر رہا ہے کہ عشقِ الٰہی کا راستہ آسان نہیں